Al-Āfāq, Vol.: 03, Issue: 01, Jun-2023
PP: 73-80

OPEN ACCESS
Al-Āfāq
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

عقدِ نکاح میں عدم کفائت اور پاکستانی معاصر عائلی قوانین

Inequality between the parties of contract of marriage and Pakistani contemporary family laws

Malik Khalil Ur Rehman
Ph.D. Scholar, Department of Quran and Tafseer,
Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan.
malikkhalilrehman@gmail.com

ABSTRACT

A family is the basic unit of a society. Marriage is a sacred and legitimate relationship between a man and woman which forms the institution of family. A strong family system strengthens the society. In other words, failure of any kind in the marriage may cause frustration and unbalancing situation in the society. A number of factors are involved in the failure of marriage, inequality between the parties of contract of marriage, is one of them. This factor, in context of Pakistani contemporary family laws, is hereby discussed in this article.

Keywords: *Marriage, Inequality, Family laws*

نکاح یعنی مرد و عورت کا جائز باہمی ملاپ، ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جس کی وجہ سے انسانی معاشرہ پھیلتا پھولتا اور پروان چڑھتا ہے۔ نئے خاندان وجود میں آتے ہیں اور آباد ہوتے ہیں۔ افراد اور خاندانوں میں میل جول، محبت وبھائی چارہ، باہمی یگانگت و ہم آہنگی، ایثار و قربانی جیسے خوب صورت جذبات ابھرتے ہیں۔ جس سے معاشرہ میں ٹھہراؤ، برداشت اور امن پیدا ہوتا ہے۔ خاندان معاشرتی اکائی ہے اور نکاح کے فوائد و ثمرات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ فلسفۂ نکاح سے آگاہ ہو اوران فوائد و ثمرات کے حصول میں حائل اسباب ورکاوٹوں کا سدباب کیا جائے۔ ان اسباب ورکاوٹوں میں سے ایک سبب ورکاوٹ نکاح میں عدم کفاءت کا پایا جانا ہے۔

کفوء کا لغوی معنٰی ومفہوم:

قرآن کریم میں لفظ کفوءٔ ہم سر اور مثل کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ"[1]

البتہ اس کے لغوی معنٰی میں تفصیل ہے۔ لغت میں کِفوءٔ (کسرہ کے ساتھ)، کُفوءٔ (ضمہ کے ساتھ) دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور ان کا

CC BY

مصدر الكَفَاءةُ ہے جس کا معنیٰ مماثل "(الْكَفَاءَة) الْمُمَاثلَة فِي الْقُوَّة والشرف"[2]، نظیر اور مساوی ہونا ہے "وَالْمَصْدَرُ الكَفَاءةُ، بِالْفَتْحِ وَالْمَدِّ. وَتَقُولُ: لَا كِفَاء لَهُ، بِالْكَسْرِ، وَهُوَ فِي الأَصل مَصْدَرٌ، أَي لَا نَظِيرَ لَهُ. والكُفْءُ: النَّظِيرُ والمُساوِي"[3] کارخانہ قدرت میں پائی جانے والی اشیاء کے درمیان عام طور پر تین نسبتیں پائی جاتی ہیں؛

- تغایر وتباین: دواشیائ کا ایک دوسرے سے اس طرح مخالف ومتضاد ہونا کہ ان میں کوئی قدر مشترک نہ پائی جائے۔
- تساوی: دواشیاء کا ہر لحاظ اور زاویہ سے ایک دوسرے کا برابر وہم پلہ ہونا۔
- مماثلت ونظیر: دواشیاء میں بعض اقدار وزاویوں میں مثل وترادف ہو جبکہ بعض اقدار وزاویوں میں تضاد وتباین ہو۔

نظام کائنات چلانے کے لئے مذکورہ بالا تینوں نسبتوں کا پایا جانا ضروری ہے البتہ کُفوئ کے لغوی مفہوم میں آخری دونوں نسبتیں پائی جاتی ہیں۔ نکاح کے باب میں بھی انہی دو کا اعتبار کیا گیا ہے۔ تساوی تو جنس میں ہی ممکن تھی اس وجہ سے نکاح کے فریقین کا ہم جنس ہونا ضروری قرار دیا گیا لہذا انسان کا انسان سے ہی نکاح جائز ہے جبکہ جن کا نکاح جن سے ہی جائز ہے۔ انسان اور جن کا بوجہ تغایر جنس باہم نکاح جائز نہیں۔ چونکہ صفات میں تساوی نادر الوجود ہے اس وجہ سے صفات میں مماثلت ونظیر کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لہذا نکاح میں جس قدر کفائ ت پائی جائے گی اس قدر نکاح کے خانگی واخلاقی اور معاشرتی وسماجی فوائد و ثمرات کی امید لگائی جا سکتی ہے اور اس کے بر عکس ان فوائد وثمرات کا حصول اس قدر مشکل ہوتا جاتا ہے۔

نکاح میں کفوئ کی شرعی حیثیت:

جب حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے والد کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت سودہؓ کے لئے پیام نکاح دیا تو انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا:

> "ای بنیۃ ان هذه تزعم ان محمد بن عبدالله قد ارسل یخطبک وهو کفوئ کریم اتحبیین ان ازوجک بہ"[4]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

> "عن عائشۃؓ قالت قال رسول الله ﷺ :تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفائ وانکحوا الیهم "[5]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اپنے نطفہ کے لئے عمدہ خواتین کا انتخاب کرو، اپنے برابر لوگوں میں نکاح کرو اور اپنے برابر لوگوں میں ہی پیام نکاح بھیجو۔ مذکورہ بالا عبارات اس پر شاھد ہیں کہ:

- ہر زمانہ میں لوگوں کے عرف میں بھی کفو میں نکاح کرنا پسندیدہ فعل ہے جو خاندان والوں کے لئے باعث مسرت ہونے کے ساتھ ساتھ باعث شرف بھی ہے۔
- عام طور پر مرد کی طرف سے ہی کفائت کا خیال رکھا جاتا کہ مرد عورت کا ہم پلہ ہونا چاہے۔
- شریعت مطھرہ نے بابِ نکاح میں کفوئ کا اعتبار کیا ہے بلکہ اس کی ترغیب دی ہے کیونکہ نکاح کے مصالح دیگر امور کے ساتھ ساتھ کفوئ پر بھی مبنی ہیں۔

مسئلہ کفائت اجتہادی ہے:

کفائت کن امور میں معتبر ہے اور کن میں نہیں؟ اس میں فقہائ کی آرائ ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ:

"اختلف الفقهاء في خصال الكفاءة، فهي عند المالكية اثنان: وهما الدين والحال، أي السلامة من العيوب المثبتة للخيار، لا الحال بمعنى الحسب والنسب.وعند الحنفية ستة: هي الدين والإسلام والحرية والنسب والمال والحرفة.ولا تكون الكفاءة عندهم في السلامة من العيوب التي يفسخ بها البيع كالجذام والجنون والبرص، والبخَر والدفَر إلا عند محمد في الثلاثة الأولى.وعند الشافعية خمسة: هي الدين أو العفة، والحرية، والنسب، والسلامة من العيوب المثبتة للخيار، والحرفة. وعند الحنابلة خمسة أيضاً: هي الدين، والحرية، والنسب، واليسار (المال)، والصناعة أي الحرفة"[6]

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ؛

- مالکیہ کے نزدیک دو صفات میں کفائ ت معتبر ہے (۱) دین (۲) حال یعنی ہر اس عیب سے پاک ہونا جس کی وجہ سے مشتری کو خیار بیع حاصل ہوتا ہے اور حال میں حسب و نسب داخل نہیں۔
- احناف کے نزدیک چھ صفات وخصائل میں کفائ ت معتبر ہے (۱) دین (۲) اسلام (۳) آزادی (۴) نسب (۵) مال (۶) حرفت و پیشہ۔ ایسے عیوب جن سے بیع فسخ ہو جاتی ہے، سے پاک ہونا کفاء ت کے لئے ضروری نہیں البتہ امام محمدؒ کے نزدیک جنون، جذام اور برص سے پاک ہونا ضروری ہے یعنی ان کا کفاء ت میں اعتبار کرتے ہیں۔
- شافعیہ کے نزدیک پانچ چیزوں میں کفائ ت ہونا ضروری ہے (۱) دین یا عفت و پاک دامنی (۲) آزادی (۳) نسب (۴) خیار بیع کو ثابت کرنے والے عیوب سے پاک ہونا (۵) حرفت و پیشہ۔
- حنابلہ کے ہاں بھی پانچ امور میں کفائ ت کا اعتبار کیا جاتا ہے (۱) دین (۲) آزادی (۳) نسب (۴) مال (۵) حرفت و پیشہ۔
- الغرض وہ صفات جن میں کفائ ت کا اعتبار ہے، فقہائ کے نزدیک مختلف فیہ اور مجتھد فیہ ہے۔ بعض حضرات بعض صفات کا

اعتبار کرتے ہیں تو بعض کا نہیں البتہ یہ بات عیاں ہے کہ؛

- مذاھب فقہائ اربعہ میں کفائ ت کو معتبر مانا گیاہے۔

فقہاء کی بیان کردہ صفات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت، حالات، عرف ورواج کو مد نظر رکھتے ہوئے ان تمام صفات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جن کا نکاح کے فریقین میں پایا جانا خاندانوں اور معاشروں میں ہم آہنگی، باہمی عمدہ تعلقات وغیرہ استوار کرنے اور نکاح کے فوائد وثمرات کے حصول میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتی ہیں اور ان کا نہ ہونا معاشرتی ناہمواری کا سبب بن سکتا ہے۔

عورت ومرد میں سے کس کا کفو ہونا ضروری ہے؟

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں کہ:

> "الكفاءة في النكاح معتبرة " قال عليه الصلاة والسلام " ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء ولا يزوجن إلا من الأكفاء " ولأن انتظام المصالح بين المتكافئين عادة لأن الشريفة تأبى أن تكون مستفرشة للخسيس فلا بد من اعتبارها بخلاف جانبها لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناءة الفراش"[7]

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- شریعت نکاح میں کفاءت کا اعتبار کرتی ہے۔
- زوجین میں کفائ ت کا ہونا مختلف مصالح کو متضمن ہے۔
- مرد کا عورت کا کفوء ہونا ضروری ہے ،اس کا برعکس ضروری نہیں۔ کیونکہ نصوص مثلا رسول اللہ ﷺ کے فرمان (ولا يزوجن إلا من الأكفاء) سے یہی معلوم ہوتا ہے اور عورت مرد کا فراش ہوتی ہے اس وجہ سے عادۃ شریف عورت کسی کم تر مرد کا فراش بننا پسند نہیں کرتی اور عار محسوس کرتی ہے جبکہ عادۃ مرد کو کم تر عورت کو فراش بناتے ہوئے عار محسوس نہیں ہوتی۔ لہذا دلائل نقلی وعقلی سے یہ بات ترجیح پاتی ہے کہ نکاح میں مرد کی جانب سے کفاءت کا ہونا معتبر ہے۔

اہل علم کا عام قول تو یہی ہے کہ کفائ ت مرد کی جانب سے معتبر ہے عورت کی جانب سے نہیں۔ البتہ بعض فقہائ مخصوص صورتوں میں اس بات کے قائل ہیں کہ کفائ ت عورت کی جانب سے بھی ہونی چاہیے یعنی عورت کو بھی مرد کا کفوئ ہونا چاہیے۔ علامہ الکاسانی لکھتے ہیں کہ:

> "وَمِنْ مَشَايِخِنَا مَنْ قَالَ: إنَّ الْكَفَاءَةَ فِي جَانِبِ النِّسَاءِ مُعْتَبَرَةٌ أَيْضًا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ اسْتِدْلَالًا بِمَسْأَلَةٍ ذَكَرَهَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ فِي بَابِ الْوَكَالَةِ، وَهِيَ أَنَّ أَمِيرًا أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُزَوِّجَهُ امْرَأَةً، فَزَوَّجَهُ أَمَةً

لِغَيْرِهِ قَالَ: جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا لَا يَجُوزُ۔۔۔فَاسْتَحْسَنَّا اعْتِبَارَ الْكَفَاءَةِ فِي جَانِبِهِنَّ فِي مِثْلِ تِلْكَ الصُّورَةِ لِمَكَانِ الْعُرْفِ، وَالْعَادَةِ، وَقَدْ نَصَّ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ - عَلَى الْقِيَاسِ، وَالِاسْتِحْسَانِ فِي تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ فِي وَكَالَةِ الْأَصْلِ، فَلَمْ تَكُنْ هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ دَلِيلًا عَلَى اعْتِبَارِ الْكَفَاءَةِ فِي جَانِبِهِنَّ أَصْلًا عِنْدَهُمَا، وَلَا تَكُونُ دَلِيلًا عَلَى ذَلِكَ عَلَى الْإِطْلَاقِ بَلْ فِي تِلْكَ الصُّورَةِ خَاصَّةً اسْتِحْسَانًا لِلْعُرْفِ"[8]

ہمارے بعض علمائ کے نزدیک کفائ ت عورت کی جانب سے بھی معتبر ہونی چاہیے مثلاً کسی شخص نے دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل بناتے ہوئے کہا کہ اس کا کسی عرت سے نکاح کر دے تو وکیل نے کسی لونڈی سے اس کا نکاح کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک عدم کفائ ت کی بنا پر جائز نہیں۔اس خاص مسئلہ میں صاحبین نے عرف کی بنیاد پر استحساناً جانبین میں کفائ ت کا اعتبار کیا ہے۔ورنہ اصولاً اور مطلقاً ان کے نزدیک بھی عورت کی جانب سے کفائ ت ضروری نہیں۔

کفاء ت کس کا حق ہے؟

نکاح میں عام طور پر مرد کی جانب سے کفائ ت کا اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا فقہائ کے نزدیک کفائ ت عورت اور اس کے اولیائ دونوں کا حق ہے اگر دونوں متفق ہوں تو انہیں غیر کفوئ میں نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا:

"الْكَفَاءَةُ حَقُّهَا وَحَقُّ الْأَوْلِيَاءِ فَإِذَا اتَّفَقَتْ مَعَهُمْ عَلَى تَرْكِهَا جَازَ"[9]

عورت کا حق تو اس لئے ہے کہ عادۃً ایک شریف عورت اپنے سے کم تر کسی مرد کا فراش بننا پسند نہیں کرتی اور اس میں عار محسوس کرتی ہے "لِأَنَّ الشَّرِيفَةَ تَأْبَى أَنْ تَكُونَ فِرَاشًا لِلدَّنِيءِ[10]۔اور عورت کے اولیائ کا حق اس وجہ سے ہے کہ داماد کا عالی النسب ہونا عورت کے خاندان والوں کے لئے شرف و فخر کا باعث ہوتا ہے جبکہ غیر کفو میں نکاح کی وجہ سے انہیں معاشرے میں عار و شرم کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا خود سے اس عار و عیب اور نقصان و ضرر کو دور کرنا ان کا حق ہے۔

"وَلِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الِاعْتِرَاضِ؛ لِأَنَّ فِي الْكَفَاءَةِ حَقًّا لِلْأَوْلِيَاءِ؛ لِأَنَّهُمْ يَنْتَفِعُونَ بِذَلِكَ أَلَا تَرَى أَنَّهُمْ يَتَفَاخَرُونَ بِعُلُوِّ نَسَبِ الْخَتَنِ، وَيَتَعَيَّرُونَ بِدَنَاءَةِ نَسَبِهِ،فَيَتَضَرَّرُونَ بِذَلِكَ،فَكَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْفَعُواالضَّرَرَعَنْ أَنْفُسِهِمْ بِالِاعْتِرَاضِ"[11]

چونکہ کفائ ت عورت اور عورت کے اولیائ دونوں کا حق ہے اس وجہ سے غیر کفوئ میں نکاح کی صورت میں ہر ایک کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔البتہ عورت اور اس کے اولیائ کے درمیان اختلاف کی صورت میں مسئلہ کفائ ت و عدم کفائ ت مجتہد فیہ ہونے کے ساتھ ساتھ نزاعی بھی بن جاتا ہے اور ہر فریق کے لیئے قیل و قال کی گنجائش ہوتی ہے اور اس تنازع کا تصفیہ عدالت میں ہی ممکن ہے لہٰذا تفریق اور فسخ نکاح کے لئے عدالت سے رجوع کیا جائے گا اور بغیر تفریق قاضی از خود نکاح فسخ نہ ہو گا۔"وَلَا تَثْبُتُ هَذِهِ الْفُرْقَةُ إلَّا بِالْقَضَاءِ؛ لِأَنَّهُ

مُجْتَهِدٌ فِيهِ وَكُلٌّ مِنْ الْخَصْمَيْنِ يَتَشَبَّثُ بِدَلِيلٍ فَلَا يَنْقَطِعُ النِّزَاعُ إلَّا بِفَصْلِ الْقَاضِي"[12]

پاکستان میں رائج معاصر عائلی قوانین:

پاکستان میں درج ذیل معاصر عائلی قوانین رائج ہیں؛

- The divorce Act 1869.
- The Special Marriage Act 1872.
- The Births, Deaths and marriages registration Act 1886.
- The Guardians and Wards Act 1890.
- The Marriages validation Act 1892.
- The Foreign Marriages Act 1903.
- Child Marriage Restraint Act 1929.
- The Dissolution of Muslim Marriages Act 1939.
- The Muslim Laws Ordinance 1961.
- West Pakistan Rules under the Muslim Laws Ordinance 1961.
- West Pakistan Family Court Act 1964.
- West Pakistan Family Court Rules, 1965.
- Dowry and Bridal gifts (Restriction) Act, 1976.
- Dowry and Bridal gifts (Restriction) Rules, 1976.

مذکورہ بالا تمام پاکستانی معاصر عائلی قوانین کو مملکت پاکستان میں آباد مختلف کیمونیٹیز کے عائلی وخاندانی مسائل کے حل کے طور پر پیش کیا گیاہے۔اور ہر قانون کا اپنا مخصوص تناظر ہے اور اس میں مخصوص مسائل کو مخاطب کیا گیاہے۔لہذا

The Dissolution of Muslim Marriages Act 1939

اورThe divorce Act 1869 میں خاص ان حالات واسباب پر بات کی گئی ہے جس میں مسلم مرد وزن کے درمیان پایا جانے والا رشتہ نکاح وازدواج کو ختم کیا جاسکتاہے۔لیکن پاکستان میں رائج کسی قانون میں بھی مسئلہ عدم کفاء ت کو موضوع نہیں بنایا گیا جبکہ شریعت اسلامیہ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ عدم کفائ ت کی بنا پر مخصوص حالات میں عورت کے اولیاء اور بذات خود عورت کو بھی نکاح کے فسخ اور ختم کرانے کا اختیار ہوتا ہے۔لہذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ جہاں دیگر مسائل پر قرآن وسنت کی روشنی میں قانون سازی کی ضرورت ہے وہاں مسئلہ عدم کفائ ت بھی اپنی ضرورت واہمیت اور معاشرتی اثرات کی بناء پر اس قدر اہم ہے کہ اس مخصوص مسئلہ پر بھی قرآن وسنت کی روشنی میں اور فقہائ اسلام کی تعبیرات وتشریحات کی بنیاد پر اس پر قانون سازی کی جائے۔عصر حاضر میں اس پر قانون

سازی کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ ایک طرف معاشرے میں عدم برداشت وعدم تحمل بڑھ چکا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ غیرت کے نام پر قتل،کاروکاری، وٹہ سٹہ وغیرہ مختلف صورتوں میں نہایت قبیح نتائج برداشت کر رہا ہے تو دوسری طرف عدالتی نکاح کا تناسب ناقابل فہم حد تک بڑھ چکا ہے جس کے خطرناک اور برے نتائج صرف عدالتی نکاح کرنے والی بھولی بھالی لڑکی کو ہی نہیں بلکہ اس کے خاندان اور معاشرہ کو بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں جس سے معاشرہ مزید عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے۔

خلاصہ بحث:

- نکاح ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جو بقاء نسل انسانی کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرہ میں توازن وہم آہنگی پیدا کرنے میں ایک بنیادی کردار ادا کرتا ہے اس وجہ سے ہر مذہب وملت اور ہر انسانی معاشرہ میں مرد وعورت کے درمیان نکاح کے علاوہ تعلق کی ہر صورت کو ناپسندیدہ تصور کیا جاتا ہے اور نکاح کے معاشرتی فواءد کے مکمل حصول کے لئے میاں بیوی کا ہم مثل اور کفوء ہونا، اساسی نوعیت کا حامل ہے۔
- عام طور پر لڑکی اور اس کے خاندان والوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ لڑکے کا خاندان ان کے خاندان سے اور لڑکا ان کی لڑکی سے مختلف اوصاف میں کم نہ ہو، کیونکہ ایسا ہونا، ان کے لئے معاشرتی عار کا باعث بن جاتا ہے۔ عقد نکاح میں عام طور پر برابری کا خیال رکھنا ایک قدیم انسانی عرف ہے اور شریعت اسلامی نے بھی نہ صرف اسے تسلیم کیا بلکہ اس کی ترغیب بھی دی۔
- مرد کا کن اوصاف میں عورت کا مثل اور کفوء ہونا ضروری ہے اور کن اوصاف میں نہیں، فقہاء اسلام کے درمیان مجتھد فیہ اور مختلف فیہ ہے۔
- عدم کفو کی صورت میں نکاح از خود فسخ یا ختم نہیں ہو جاتا بلکہ عدالت سے رجوع کیا جانا ضروری ہے۔
- عقدِ نکاح میں عدم کفو کی صورت میں لڑکی اور اس کے اولیاء کو فسخ نکاح کے لئے عدالت سے رجوع کا حق حاصل ہے۔
- پاکستان کے معاصر عائلی قوانین میں عدمِ کفو کی صورت میں فسخِ نکاح پر قانون سازی کی ضرورت ہے۔
- خاص طور پر عدالتِی نکاح کی صورت میں لڑکی جذبات کی وجہ سے کفو کا خیال نہیں رکھ پاتی جس کی وجہ سے ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں یا ان کے پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے جو نہ صرف اس بیچاری لڑکی بلکہ اس کے خاندان اور معاشرہ، ہر ایک کے لئے عدم توازن اور ناہمواریوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ لہذا قرآن وسنت اور فقہاء اربعہ کی تعبیرات کی روشنی میں اس قانون سازی کرنا معاشرہ کی ایک اہم ضرورت ہے۔

@ 2023 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

---

[1] القرآن،03:112

[2] ابراھیم مصطفیٰ،المعجم الوسیط(،دار الدعوۃ)2:791.

[3] ابن منظور افریقی،لسان العرب(دار صادر،بیروت)،1:139،۔

[4] احمد بن حنبل،مسند احمد(موسسہ الرسالۃ،بیروت)رقم الحدیث25768۔

[5] ابن ماجۃ سنن ابن ماجۃ(دار احیائ الکتب العربیۃ،بیروت)رقم الحدیث1968،۔

[6] وھبۃ بن مصطفیٰ الزحیلی الزحیلی،الفقہ السلامی وادلتہ (دار الفکر،دمشق)،9:6748۔

[7] المرغینانی،علي بن أبي بكر،الهداية في شرح بداية المبتدي (دار احیاء التراث العربي،بیروت) 1:195۔

[8] الکاسانی أبو بكر بن مسعود،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع(دار الكتب العلمية) 2:321۔

[9] أحمد بن إدريس القرافی،الذخیرہ(دار الغرب الإسلامي،بیروت) 4:215۔

[10] ابن عابدین،،رد المحتار علی الدر المختار (دار الفکر،بیروت) 3:84۔

[11] الکاسانیبدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،2:318 ۔

[12] ابن الھمام،کمال الدین محمد بن عبد الواحد،فتح القدیر(بیروت:دار الفکر) 3:294۔